ختم نبوت اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں

Finality of the Prophethood and the responsibility of Muslim Ummah

ڈاکٹر نور حیات خان*

ABSTRACT

The people were waiting for the last messenger of Allah since Moses & Jesus (AS) period till the day of dissidence of Muhammad PBUH. Especially Jesus Christ was forecasting that He will lead the world and guide them to the righteous path. According to the Good news of Moses and Jesus Christ, Allah (SWT) revealed His Word to Muhammad PBUH who conveyed the message of His Lord to all the creatures. According to this prediction who will be the last prophet of Allah other than Muhammad PBUH? Even the world knows that the complete code of life after Moses was given only to the last Prophet Muhammad PBUH.

The Gospel of Barnabas clarified that the last prophet will be from Ismail's tribe not from the Izhaq's tribe, but the change in this prediction is a clear interruption of Priests in the Bible. The Gospel of Murqus also emphasizes that Jesus was a prophet of Allah and came to prepare the ground for the last prophet Muhammad PBUH.

Prophethood is one of the three basic faiths of Islam; Touheed, Risalat and AaKhirat. The faith that Muhammad PBUH is the last prophet of Allah is such a critical issue on which Islam has particularly emphasized and has given high prestige to it. This faith has the status to such a degree that a person cannot enter Islam or remain a Muslim without this belief.

This article provides information regarding the finality of the last Prophet of Allah, as well as indicates the responsibility of Muslim Umma in this connection in the light of Islamic teachings.

Key Words: *Prophet Hood, Finality, Faith, Forecasts, Muslim Umma.*

دین اسلام میں تین عقائد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، جن پر ایمان رکھنا مسلمانوں کے لیے لازم ہے۔ اور وہ ہیں توحید، رسالت اور آخرت۔ ان میں رسالت کے عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انسانوں کی راہنمائی کے لیے کم و بیش ایک لاکھ اور چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے ہیں۔ ان پیغمبروں میں سب سے آخری رسول حضرت محمد ﷺ ہیں، جن پر رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ اب آپ ﷺ کے بعد کوئی اور رسول نہیں آئے گا، اس لیے اب تمام انسان کو آپ ﷺ پر ایمان لانا لازمی ہے۔ آپ ﷺ پر ایمان لائے بغیر کسی انسان کا ایمان معتبر ہے اور نہ وہ جنت میں

* ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علومِ اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، پاکستان

داخل ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اٹل فیصلہ دے کر فرمایا ہے کہ آپ ﷺ ہی خاتم النبین ہیں۔

ختم کا لغوی اور اصطلاحی معنی

عربی میں کسی چیز پر مہر لگانے اور اس کو انتہا اور تکمیل تک پہنچانے کا نام ختم کہلاتا ہے، جیسا کہ خلیل بن احمد کہتے ہیں:

"خَتَم يختِمُ خَتْماً أي: طَبَع فهو خاتِمِ. والخاتَمُ: ما يوضع على الطينة، أسم مثل العالم، والخِتام: الطين الذي يُخْتَمَ به على كتابٍ ، ويقال: هو الخَتْم يعني: الطين الذي يختم به. وخِتامُ الوادي: أقصاه" (1)

ترجمہ: "ختم مہر لگانے کو کہتے ہیں، جو کیچڑ پر لگایا جائے اور خاتم، عالم کی وزن پر ہے اور ختام مٹی سے بنی ہوئی وہ مہر ہے جس سے کسی کتاب پر مہر لگائی جاتی ہے۔ اور خِتام وادی کے انتہائی سرے کو بھی کہا جاتا ہے"

چونکہ ختم کے کئی ایک معنی ہیں، اس بنیاد پر معجم الرائد میں اس کے درج ذیل معنی بیان کیے گیے ہیں:

"ختم يختم: ختما وختاما. ١-الشيء: بلغ نهايته. ٢-الكتاب: حفظ ما فيه وفرغ منه. ٣-الشيء أو عليه: طبعه بالخاتم. ۴-الله على قلبه: جعله لا يفهم. ۵-على فمه: منعه الكلام. ۶-الزرع أو عليه: سقاه أول سقية بعد البذر. ٧-البذر: غطاه. ٨-الله له الخير: أتمه. ٩-الإناء: سده بالطين أو نحوه "(2)

"۱۔ کس چز کے انتہا تک پہنچنا، ۲۔ کسی کتاب کو یاد و حفظ کرنا، ۳۔ کسی شے کو مہر کرنا، ۴۔ کسی کا فہم ختم ہونا، ۵۔ منہ پر مہر لگانا یعنی کلام نہ کر سکنا، ٦۔ ختم الزرع کا مطلب ہے فصل لگانے کے بعد پہلی مرتبہ پانی دینا، ۷۔ ختم البذر کا مطلب ہے دانے کو مٹی میں ڈھاپنا، ۸۔ ختم اللہ لہ کا مطلب ہے، اللہ نے اس کے لیے خیر کی تکمیل فرمائی، ۹۔ ختم الاناء کا مطلب ہے، کسی برتن کو بند کرنا، وغیرہ"۔

ختم کے سابقہ مطالب کے بنیاد ہمارے زیر غور موضوع سے متعلق جو معانی ہم لے سکتے ہیں وہ یہ ہیں کہ رسالت کا سلسلہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہے، اس موضوع کو بند کر دیا ہے اور اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے لیے خیر کی تکمیل فرمادی ہے اور اس سلسلے میں کوئی کمی نہیں رہنے دی ہے۔

ختم نبوت کا اصطلاحی معنیٰ

تمام اہل اسلام سلف اور خلف کا اتفاقی اور اجماعی عقیدہ ہے کہ سلسلہ نبوت آدم علیہ السلام سے شروع کر محمد ﷺ پر اختتام کو پہنچا۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی حقیقی، ظلی یا بروزی اور مجازی نبی دنیا میں بحیثیتِ رسول نہیں آسکتا، اور جو یہ دعوی کرے گا، وہ کذاب، دجال اور ضال مضل ہے۔ اس کا انکار لازم اور فرض ہے اور جو شخص اس کی تکذیب نہیں کرتا بلکہ اس کو مجدد، مصلح یا نبی مانتا ہے یا اس کو مومن اور مسلمان سمجھتا ہے، تو وہ شخص بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔(3)

تمام صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور چودہ صدیوں کے مفسرین، محدثین، متکلمین، علماء اور صوفیاء سمیت پوری اُمت مسلمہ کا اِس بات پر اجماع رہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے ساتھ ہی نبوت و رسالت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا ہے اور آپ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی، لہٰذا اب اگر کوئی شخص کسی بھی معنوں میں دعوائے نبوت کرتا ہے تو وہ بالاتفاق اُمت کافر و مرتد، کذّاب و دجّال اور دائرہ اسلام سے خارج قرار پاتا ہے۔(4)

رسالت، ختم نبوت اور تکمیل دین خدائی انتخاب ہے

جس طرح یہ بات مسلّم ہے کہ انسان اس دنیا میں خود اپنے ارادہ سے پیدا نہیں ہوا ہے، اسی طرح انسان کی راہ نمائی کا معاملہ بھی کسی کی خواہش پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ جس کو اللہ تعالی نے چاہا اور جب چاہا نبی بنا کے بھیجا۔ ارشادِ باری تعالی ہے:

اَللّٰہُ أَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہُ(5)

"اللہ خوب جانتا ہے کہ کس سے کام لے اپنی رسالت (وپیغمبری) کا"

حضرت آدم علیہ السلام جیسے پہلے انسان ہے ویسے ہی پہلے پیغمبر بھی تھے اور اسی طرح آخری نبی ہونے کے لیے اللہ تعالی نے محمد ﷺ کو چنا۔ اور یہ بات بھی اللہ تعالی کو منظور تھی کہ نبوت کا یہ سلسلہ آپ ﷺ ہی پر تمام ہو، جیسا کہ فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ(6)

"(لوگو) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ محمد (ﷺ) نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں"

اور قدرتی طور پر وہ اسباب جن کی وجہ سے ایک نبی کو بھیجا جاتا تھا، نہیں رہے اور نہ مزید احکام شریعت میں کوئی تبدیلی اللہ تعالی کو مقصود رہی، اس لیے قرآن مجید کو آخری الہامی کتاب اور احادیث رسول ﷺ کو تشریح کے ساتھ

تشریع الہی کا حصہ بنایا، جس سے شریعت الہی کمال کو پہنچ گئی اور نعمتِ ہدایت کا تکمیل ہو چکا جیسا کہ باری تعالی نے فرمایا ہے:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا(7)

"آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا نام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا"

اس تکمیل نعمت وہدایت کے ساتھ اللہ تعالی نے اس کو محفوظ بھی کر دیا ہے، جس سے تحریف و تخریب کا خطرہ بھی ختم ہو گیا ہے جیسا کہ باری تعالی نے فرمایا ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ(8)

"ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں"

قرآن مجید سے پہلے آسمانی صحائف میں ہمیشہ سے اگلے رسول کے آنے کے بارے میں پیش گوئی ہوتی تھی اور امت سے عہد لیا جاتا تھا کہ وہ ان پر ایمان لائیں گے، لیکن یہ طریقہ اس آخری شریعت میں موجود نہیں، بلکہ موقوف کر دیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ(9)

"جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب و حکمت سے دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا کہ ہمیں اقرار ہے۔ فرمایا تو اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں"

اگر آپ ﷺ کے بعد کسی اور نبی کی آمد ممکن ہوتی تو ضرور اللہ تعالیٰ امت کو وضاحت کے ساتھ اس کا ذکر فرمادیتے، لیکن نہ صرف یہ کہ قرآن مجید میں کہیں اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا، احادیث رسول ﷺ بھی اس کے ذکر سے خالی ہیں، بلکہ اس کے برعکس تکمیل رسالت کو انتہائی بلیغ اور خوبصورت تمثیل میں آپ ﷺ نے یوں ذکر فرمایا:

{ترجمہ: میری اور انبیاء کی مثال ایسے محل کی ہے جسے نہایت ہی خوب صورت طریقہ پر بنایا گیا ہو اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ بچی ہو دیکھنے والے اسے دیکھتے ہوں اور اس کے حسن تعمیر پر حیرت زدہ ہوں، سوائے اس اینٹ کی جگہ کے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں وہی اینٹ ہوں، مجھ پر عمارت مکمل ہو گئی ہے، رسولوں کا سلسلہ ختم ہوا اور میں آخری نبی ہوں}[10]۔

علاوہ ازیں جس طرح گزشتہ آسمانی صحائف میں آپ ﷺ کی بہت سے فضائل بیان ہوئی ہے اسی طرح آپ ﷺ کو دیگر انبیاء پر جو فضیلت دی گئی، اس ضمن میں ان چھ یا پانچ باتوں میں سے دو باتیں اسی ہیں کہ جن کی بناء پر آپ ﷺ کی فضیلت اور خاتم النبیین کا واضح ذکر ہے کہ آپ تمام مخلوقات کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپ ﷺ پر نبیوں کا سلسلہ بھی ختم کر دیا گیا ہے}[11]۔

اس بات کی تصدیق اللہ تعالی نے قرآن مجید میں یوں کی ہے:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ[12]

"اے پیغمبر! (لوگوں سے) کہو اے انسانو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ جس کے لیے سارے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی الہ نہیں ہے وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے پس اللہ پر ایمان لاؤ۔ اور اس کے نبی امی رسول پر۔ جو خود بھی اللہ اور اس کے کلمات (کتابوں) پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ"

ختم نبوت، بشارتیں اور آسمانی صحائف

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے دور سے لیکر حضرت محمد ﷺ کے مبعوث کئے جانے تک لوگ نبی آخر الزمان کے آنے کے منتظر تھے، اور تورات و انجیل کو الہامی کتابیں ماننے والے ان کی پیشن گوئیوں اور بشارتوں کو سچ مانتے تھے، لیکن نہ ماننے والوں پر بھی ان کے بشارتوں کے اثرات تھے اور ایک آنے والے نبی کے وہ بھی منتظر تھے، جو یحیٰ علیہ السلام تھے اور نہ عیسیٰ علیہ السلام اور نہ ان میں وہ تمام علامات تھیں جن کے بارے میں بتایا جا چکا تھا۔

ان پیشن گوئیوں کی رو سے ان آنے والے نبی کے خدوخال، مقام و مرتبہ، اخلاق و کردار، اعلیٰ و ارفع خصائل، عزم و ہمت، تعلیم و تربیت اور ساتھیوں کی کمال درجہ پر خلوص مصاحبت نے ان کو تمام انبیاء سے ممتاز بنا دیا تھا۔

گزشتہ آسمانی صحائف میں جس طرح آنے والے پیغمبروں کی بشارتیں اور پیش گوئیاں ہوتی تھیں، اس کے برعکس قرآن مجید میں آپ ﷺ کو نبی خاتم کے لقب سے یاد کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ آپ ﷺ نے اپنے امت میں جھوٹے نبیوں کی پیدا ہونے کی پیش گوئی کی ہے۔ حضرت ثوبانؓ کی روایت کردہ حدیث میں ہے:

{عنقریب میری امت میں تیسیوں جھوٹے نبی پیدا ہوں گے، جو کہیں گے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، حالاں کہ میں خاتم النبیین {آخری نبی} ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں}[13]

لہذا قرآن مجید اور احادیث رسول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ قطعی طور پر بند ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے بعد نبوت کی گنجائش ہوتی، تو حضرت عمرؓ نبی ہوتے[14] اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے آخری نبی ہونے کے ساتھ اپنی امت کو بھی آخری امت قرار دیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

وَأَنَا آخِرُ الأَنْبِيَاءِ ، وَأَنْتُمْ آخِرُ الأُمَمِ [15]

"میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت"

آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے بارے میں تورات کی بشارتیں

بائبل عہد نامہ قدیم میں تحریف کے باوجود نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کی آمد کی بشارتیں موجود ہیں۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ جب آپ ﷺ تشریف لائیں گے تو تم اس کی سمع و طاعت اختیار کرنا۔ مثلاً: کتاب استثناء میں مذکور ہے:

" خداوند تیرا خدا تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی سننا"[16]

پھر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالی سے آخری نبی کے مبعوث کئے جانے کی دعا کی تو اللہ تعالی نے جواب میں فرمایا:

" اور خداوند نے مجھے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں، میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا"[17]

یہ پیش گوئی حضرت محمد ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی پر صادق نہیں آتی، یہی وجہ ہے کہ اس کی تطبیق کے بارے میں عرب سکالر (بسّام داود عجک) لکھتے ہیں:

"اذا كانت هذه الكلمات لا تنطبق على النبى محمد ﷺ فانها تبقى غير متحققة ولا فائدة ، فالمسيح نفسه لم يدع ابداً أنه النبى المشار اليه وحتى حواريه كانوا على نفس الرأى"[18]

"اگر بشارت کے یہ کلمات نبی حضرت محمد ﷺ پر منطبق نہ ہوں تو یہ غیر محقق اور بے فائدہ رہ جاتے ہیں اور مسیح نے بھی کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ میں ہوں اور اسی طرح یہی رائے آپ ﷺ کے حواری بھی رکھتے تھے"

امام ابن القیم اور سید مودودی وغیرہ نے سابقہ بشارت کے جملے "تیرے بھائیوں میں سے" یہ نکتہ نکالا ہے کہ ان سے مراد بنی اسرائیل کے بھائی اسماعیل کی اولاد میں نبی برپا کرنے اور موسیٰ علیہ السلام کی مانند شریعت کا حامل ہونے کی استدعا ہے کیونکہ بنی اسرائیل میں جتنے بھی نبی آئے تھے وہ شریعت موسوی کے پیرو تھے۔ کوئی مستقل شریعت لے کر نہیں آیا تھا۔ جبکہ موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ:

"میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہ ان سے وہی کہے گا"[19]

اس تصریح کے بعد اس امر میں کوئی شک کی گنجائش نہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے سوا اس پیشن گوئی کا مصداق کوئی اور ہو، دوسرا یہ کہ حضرت موسیٰ کے بعد مستقل شریعت صرف آپ ﷺ ہی کو دی گئی ہے[20] جو ایک مکمل ضابطہ حیات، نہایت روشن دین لے کر آئے ہیں جس کی تائید تورات کی اس پیش گوئی سے یوں ہوتی ہے:

"جاء الرب من سيناء، وأشرق لهم من سعير، وتلألأ من جبل فاران، وأتى من ربوات القدس وعن يمينه نار شريعة لهم" [21]

"وہ قدوس سوئے سینا سے آیا اور طرف ساعیر سے ان کے لئے روشنی لے آیا اور کوہ فاران کی طرف آچمکا اور قدس کی چوٹیوں کی طرف سے آیا اور آپ ﷺ کے دائیں ہاتھ میں ان کے لئے شریعت بیضاء تھا"

یہ پیشن گوئی نہ صرف شریعت محمدی کی مکمل تائید کرتی ہے بلکہ فتح مکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کو بھی بیان کرتی ہے۔ جس کی مدعا کو خبط کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے، جیسا کہ دار الکتاب المقدس شرق اوسط کی مذکورہ عربی عبارت میں قدوسیوں (صحابہ کرام) رضی اللہ عنہم اور ان کی تعداد کا ذکر نہیں جبکہ انٹرنیشنل بائبل سوسائٹی اردو ورژن کی عبارت میں لفظ "لاتعداد" کا ذکر آیا ہے، عبارت ملاحظہ ہو:

"خداوند سینا سے آیا، اور سعیر سے ان پر ظاہر ہوا اور کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا، وہ جنوب سے اپنی پہاڑی ڈھلانوں میں سے لاتعداد قدسوں کے ساتھ آیا"[22]

اور پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور کی مطبوع نسخہ میں یہ تعداد لاکھوں میں بتائی گئی ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا"[23]

تاہم اس تعداد کو ایک پادری[24] نے اپنی کتاب میں انجیل کے ایک پرانے نسخہ سے یوں نقل کی ہے:

"وجاء الرب من سيناء ، وأشرق لهم من ساعير ، و تلألأ قدماً من جبل فاران ، وجاء معه عشرة آلاف قديس ، ومن يده اليمنى برزت نار شريعة لهم " (25)

"خداوند سینا سے آیا اور سعیر سے ان پر آشکارا ہوا، اور جبل فاران کی طرف سے آچمکا اور "دس "ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور آپ (ﷺ) کے دائیں ہاتھ میں ان کے لئے شریعت بیضاء تھی"

یہ پیش گوئی فتح مکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ سیرت نگارانِ رسول ﷺ کے بیان کردہ تاریخ کے بھی موافقت کرتی ہے۔ جیسا کہ مفسر قرآن اور سیرت و تاریخ نگار علامہ امام محمد بن جریر الطبری لکھتے ہیں:

"جب فتح مکہ کے لئے حضور ﷺ روانہ ہوئے تو دس ہزار کا لشکر جرار ہمراہ تھا"(26)

" رسول اللہ ﷺ ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ میں دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ روانہ ہو پڑے "(27)

ان تصریحات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بائبل کی مذکورہ بشارتوں میں واضح تحریف ہو چکا ہے کیونکہ غزل الغزلات جو سلیمانؑ کی طرف منسوب ہے، میں بھی قدوسیوں (صحابہ کرام) رضی اللہ عنہم کی دس ہزار کی تعداد کا ذکر ہے ، جو سیرتِ نبوی تاریخ کے عین مطابق ہے۔ عبارت ملاحظ ہو:

"میرا محبوب سرخ و سفید ہے وہ دس ہزار میں ممتاز ہے"(28)

تورات کے اس بیان میں نہ صرف یہ کہ فتح مکہ کے وقت دس ہزار لشکر کی تعداد کا تعین ہے بلکہ آپ ﷺ کے شمائل کا بھی واضح بیان ہے، کہ سردارِ دوجہاں ﷺ سرخ و سفید یعنی گندمی رنگ لئے ہوئے تھے جس کا واضح تذکرہ کتبِ احادیث اور سیرت و شمائلِ نبوی ﷺ میں موجود ہے جو محتاجِ بیان نہیں ہے۔

ان بشارتوں کے نتائج:

تورات کی درج بالا ان پیش گوئیوں سے جو باتیں سامنے آتی ہیں، درج ذیل ہیں:

- یہ کہ بائبل میں کی گئی پیش گوئیاں صرف نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ ہی کی ذاتِ بابرکات پر صادق آتی ہیں۔
- دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ انبیاء بنی اسرائیل کا جبل فاران سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے، سوائے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ کے جو عرب کی تاریخ اور بائبل میں مذکور ہے، عبارت ملاحظ ہو:

"فمضت (هاجرة) و تاهت في برية بئر السبع و نادىٰ ملاك الله هاجر من السماء و قال لها: مالكِ يا هاجر؟ لا تخافي ، لأن الله قد سمع لصوت الغلام حيث هو، قومي واحملي الغلام، و شدي يدكِ به، لأن الله قد جعله أمة

عظیمة و کان اللہ مع الغلام فکبر، و سکن فی البریة و کان ینمو رامی قوس، وسکن فی بریة فاران" (29)

"ہاجرہ دشتِ بئر سبع میں حیران وپریشان جارہی تھی کہ فرشتوں نے اسے آسمان سے آواز دی اور کہا: ہاجرہ! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ کوئی خوف نہ کریں کیونکہ اللہ نے بچے کی آواز سنی ہے جہاں وہ ہے۔ کھڑی ہو جا اور بچے کو اٹھالیں اور مضبوطی سے اس کو گھود میں پکڑلیں، کیونکہ اللہ اسے ایک عظیم امت بنائے گا۔ اللہ بچے کے ساتھ تھا اور اسی طرح وہ بڑا اور دشتِ فاران میں نیزا اٹھائے ہوئے پرورش پارہا تھا اور دشتِ فاران میں متوطن رہا"

- تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ کوہِ فاران سے صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تعلق رہاہے جن کی نسل سے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ہیں، جس کا تذکرہ بائبل کتابِ پیدائش میں آتا ہے کہ اسماعیل کی اولاد میں ایک نام قیدار کا آتا ہے جو عدنان ہے جس سے عرب کا شجر نسب جا ملتاہے اور پھر اس سے نبی آخری الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا تعلق جڑتا ہے اور دشت فاران ان کا مسکن رہاہے اور یہیں سے بائبل کی وہ پیشین گوئی صحیح بیٹھتی ہے کہ وہ نبی دشت فاران میں ظاہر ہوا اور دس ہزار قدوسیوں {صحابہ کرام رضی اللہ عنہم} کے ساتھ مکہ میں داخل ہوا اور شریعت بیضاء ساتھ لے کر فاران کی چوٹیوں سے آیا(30)، جبکہ برناباس کی انجیل میں صاف لکھاہے کہ آخری نبی اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہو گا، نہ کہ بنی اسحاق میں سے، جو بائبل میں ربیوں کی صریح تحریف ہے۔ برناباس لکھتاہے:

"شاگردوں نے کہا: اے استاد، موسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں یوں لکھا ہے کہ یہ وعدہ اضحاق میں کیا گیا تھا" یسوع نے کراہ کر جواب دیا: ایسا ہی لکھاہے، مگر موسیٰ علیہ السلام نے نہیں لکھا، نہ یسوع نے لکھاہے بلکہ ہمارے ربیوں نے، جو خدا سے نہیں ڈرتے۔۔۔ تب خدا نے ابرہام سے فرمایا: اپنا بیٹا، اپنا پہلوٹھا، اسماعیل علیہ السلام لے اور پہاڑ پر آکر اس کی قربانی دے، سو اضحاق پہلوٹھا کیوں کر ہوا کہ جب اضحاق پیدا ہوا تو اسماعیل علیہ السلام سات سال کا تھا"(31)

اسی طرح عربی "المعزی" اور اردو میں "مددگار" فارقلیط کی تبدیل شدہ (تحریف شدہ) شکل ہے جس کا تذکرہ امام ابن القیم اور رحمت اللہ کیرانوی الہندی نے اپنی تصانیف میں کیاہے(32)۔ علاوہ ازیں فارقلیط کی لفظ اس وقت کی اناجیل میں پایا جاتا تھا لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے لوگوں کو روکھنے کے لئے (یہ مسئلہ) مشتبہ بنادیا گیاہے۔ جیسا کہ امام ابو نعیم اصفہانی دلائل النبوۃ میں ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عاصم بن عمرو بنی قریظہ کے ایک بوڑھے شخص سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار اس نے مجھ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو ثعلبہ بن سعنہ، اسید بن سعنہ اور اسد بن عبید اسلام لانے کا سبب کیا تھا؟

میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگا شام کا ایک یہودی ابن الھیبان ظہور اسلام سے چند سال قبل ہمارے پاس {مدینہ منورہ} آیا۔ وہ یہاں رہنے لگا، ہم نے اس سے کسی کو بہتر پانچ نمازیں پڑھنے والا نہیں دیکھا۔ جب قحط پڑتا تو ہم اسے دعا کرنے کو کہتے وہ جواب دیتا کہ پہلے ہر شخص ایک صاع کھجور اور ایک مد جو صدقہ کرے۔ جب ہم صدقہ دیدیتے تو وہ ہمارے ساتھ میدان میں نکلتا اور دعا مانگ کر اٹھتا بھی نہ تھا کہ بادل اندھیرا کر دیتے۔ یہ ایک بار نہیں کئی بار ہوا۔ جب اس کی موت قریب آئی تو کہنے لگا اے گروہِ یہود! تم جانتے ہو کہ میں شام جیسا امیر و کبیر ملک چھوڑ کر یہاں افلاس زدہ علاقہ میں کیوں آبسا؟ ہم نے کہا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہنے لگا میں یہاں اس لئے آیا تھا تاکہ اس نبی کا انتظار کروں جس کا ظہور قریب ہے۔ اس شہر کی طرف وہ ہجرت کرے گا۔ میری آرزو تھی کہ اس کا دیدار کروں {مگر لگتا ہے کہ میری زندگی مزید وفا نہیں کری گی}۔ اب تمہیں وہ دور ملنے والا ہے، اے یہود اس رسول پر ایمان لانے میں کوئی قوم تم سے پہل نہ کر جائے۔ اسے اجازت ہوگی کہ اپنے مخالفین کا خون بہادے۔ بچوں اور عورتوں کو گرفتار کرلے، اس لئے ایمان لانے میں دیر نہ کرنا۔ جب نبی کریم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے اور بنی قریظہ کا محاصرہ ہوا تو ان نوجوانوں {ثعلبہ بن سعنہ، اسید بن سعنہ اور اسد بن عبید} نے چیخ کر کہا اے بنو قریظہ! یہ وہی رسول ہے جس کے متعلق ابن الھیبان نے پیشن گوئی کی تھی یہود کہنے لگے یہ وہ نہیں ہے تو نوجوانوں نے کہا بخدا یہ وہی رسول ہے چنانچہ یہ اپنے قلعے سے اتر کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اسلام لے آئے اور یوں اپنے خون، مال اور اولاد کو خون سے محفوظ کرلیا"(33)

انجیل کی بشارتیں

انجیل (بائبل عہد نامہ جدید) میں بھی تحریف کے باوجود آنے والے نبی کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشن گوئیاں موجود ہیں جو آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی پر صادق نہیں آسکتیں اور یہ بات بھی معلوم تھی کہ دنیا صرف ایک آخری نبی کی منتظر تھی، جس کی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دے رہے تھے کہ وہ دنیا کا سردار ہوگا ابد تک رہے گا، سچائی کی تمام راہیں دکھائے گا اور خود میری نبوت، عبد اللہ ہونے اور سچائی کی گواہی دے گا اور میری لائی ہوئی کتاب میں تحریف کی بھی نشاندہی کرے گا۔ چنانچہ انجیل یوحنا کا بیان ہے:

"میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے" اور "میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں لیکن مددگار جسے باپ میرے نام

سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا"[34]

قرآن مجید میں وہ سب باتیں ان عیسائیوں کو ایک ایک کر کے اسی طرح یاد دلائی گئی ہیں جس طرح بائبل میں تحریف کے باوجود موجود ہیں اور یوں قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت، رسالت اور بشارتوں کی بھی تصدیق کی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ[35]

"بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کو اکثر ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہے جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں"

یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم معلم انسانیت اور معلمِ اخلاق اور دنیا کے سردار ہیں جن کی آنے کی پیشن گوئیاں انجیل میں بار بار کی گئی ہیں، چنانچہ انجیل یوحنا میں ہے:

"اس کے بعد میں تم سے بہت باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں"

"لیکن جب وہ مددگار آئے گا۔۔۔ تو وہ میری گواہی دے گا"

"لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاوں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا"

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئیگا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا، وہ میرا جلال ظاہر کرے گا"[36]

یہ وہی بات ہے جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمائی ہے کہ جو کچھ سردارِ دوجہاں اور معلمِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، وحی الہی پر مبنی اور یہی حقیقت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ[37]

"اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے"

ان سابقہ سطور سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں، اور یہ بھی واضح ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب شریعت اور بین الاقوامی پیغام لے کر پوری انسانیت سے یَا أَيُّهَا النَّاسُ اور یا بنی آدم سے مخاطب، مطاع نبی و رسول ہیں۔

اس نظریے کی حفاظت ہم تمام مسلمانوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے، اس کے لیے کیا کیا اقدامات اٹھانے اور لائحہ عمل اختیار کی ضرورت ہے؟ اس پر سب سے پہلے مسلمانوں کی توجہ اور اتفاق کی ضرورت ہے، پھر اس کا مطالبہ پوری باشعور دنیا سے کیا جاسکتا ہے۔ تاکہ اللہ تعالی کے اس قول کے مصداق پر پورا اتر کے ہم مستحق بشارت ہو سکے، جس میں فرمایا:

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[38]

"سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور ان کی تکریم کی اور ان کی مدد کی اور اس نور کا اتباع کیا جو ان کے ساتھ اتارا گیا یہی فلاح پانے والے ہیں"

ختم نبوت اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں

ختم نبوت کے حوالے سے جن امور پر توجہ دینے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے اور مسلمانوں کی سب سے اہم ذمہ داریاں بنتی ہیں ان کا مختصر تذکرہ کیے دیتے ہیں:

1. قرآن و سنت کی تعلیمات کو حرزِ جاں بنایا جائے

پیغمبر اسلام ﷺ نے نزول وحی سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک اس بات پر سب سے زیادہ توجہ دی کہ رب تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے اور انسانوں سے کرنے کا جو تقاضا کیا ہے، اس کو پورا کیا جائے اور عملی زندگی میں اس پر عمل پیرا رہے، پھر ان امور کا تعلق تمام زندگی کے معاملات سے تھا، جن میں کسی تخصیص کی گنجائش نہیں تھی۔ عبادات ہوں یا معاملات، سماجیات ہوں یا سیاسیات، تمدن و تہذیب ہو یا معیشت۔ الغرض تمام معاملات زندگی میں قرآن و سنت کے تقاضوں کو اولیت دینا پیغمبر ﷺ کی ترجیح تھی اور اسی میزان عمل کو آپ ﷺ کے خلفاء نے ترجیحی بنیادوں پر اپنایا اور اس سلسلے میں کسی بھی عمل سے دستبردار نہیں ہوئے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کے رب نے فرمایا ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا[39]

"اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے"

اور اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کے اتباع کو اپنی محبت کا معیار قرار دیتے ہوئے یوں فرمایا:

قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡۚ وَٱللَّهُ غَفُورٞ رَّحِيمٞ(40)

"کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے"

اس بنیاد پر صحابہ کرامؓ اور بالخصوص خلفائے راشدینؓ آپ ﷺ کے ارشادات اور اس کے منشائے حکم کو سمجھتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش میں لگے رہتے تھے، جیسا کہ یہ بات معلوم و مشہور ہے کہ جب آپ ﷺ کا وصال ہوا تو حالات نامساعد تھے لیکن خلیفہ اول نے لشکر اسامہؓ کو اس کے باوجود روانہ کیا اور تعلیمات اسلام کو حرزِ جاں بناتے ہوئے، مانعین زکوٰۃ اور مرتدین سے جہاد کیا لیکن قرآن وسنت کے احکامات پر حرف نہ آنے دیا۔ اس معاملے میں آپؓ نے کسی کے مشورے کو کوئی وزن نہیں دیا اور قرآن وسنت کو ترجیح دی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ نے قرآن وسنت کو حرزِ جاں بنانے کا حکم دیا ہے:

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ، لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ , وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ صلى الله عَلَيه وَسَلم (41)

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کے جارہا ہوں، اس پر کاربند رہوگے تو کبھی بھی گمراہ نہ ہوں گے، وہ کتاب اللہ اور اس کی نبی کی سنت ہے"

اور آج بھی صرف ان ہی تعلیمات سے حالات کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے اور مخلصانہ کوششیں اور قوتیں مجتمع کی جاسکتی ہیں۔ اور ان ہی تعلیمات کے احیاء میں درحقیقت ختم نبوت کا احیاء اور اس سے وابستگی راہ مستقیم ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَن يَكۡفُرۡ بِٱلطَّٰغُوتِ وَيُؤۡمِنۢ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱسۡتَمۡسَكَ بِٱلۡعُرۡوَةِ ٱلۡوُثۡقَىٰ لَا ٱنفِصَامَ لَهَا(42)

"جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کرکے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا جو کبھی نہ ٹوٹے گا"

دوسری بات یہ ہے کہ اس کے بغیر کوئی دسرا راستہ بھی نہیں ہے، جیسا کہ فرمایا:

إِنَّ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانَ يَهۡدِي لِلَّتِي هِيَ أَقۡوَمُ (43)

"بیشک یہ قرآن راہنمائی کرتا ہے اس راستے کی جو سب سے زیادہ سیدھا ہے"

2. نفاذ اسلام کے لیے عملی کوششیں بروئے کار لانا

ختم نبوت کے تقاضوں میں سے ایک تقاضا یہ ہے کہ ان تعلیمات کو عملی شکل دیا جائے جن کی بناء پر معاشرہ کو وجود بخشا جا سکتا ہے، جیسا کہ انسانی دنیا کو یہ معلوم ہے کہ جس وقت پیغمبر اسلام ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو دنیا کے انسان ایک دوسرے سے پریشان اور نالاں تھے، انسانی معاشرے کا کوئی وقار نہیں تھا بلکہ انسانیت پامال ہو رہی تھی، انسان انسان کا دشمن تھا اور کسی طرح انسانی حقوق کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن ایسے ہی حالات میں جب اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر رحم کھاتے ہوئے محمد ﷺ کو اپنا نبی بنا کر اپنی تعلیمات و ہدایات سے انسانوں کو نوازا اور آپ ﷺ نے بے کم و کاست ان کا اجراء کیا تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسانوں کو ان تعلیمات کی افادیت کا احساس ہوا اور یوں آپ ﷺ نے بغیر کسی کی رعایت کیے ان تعلیمات کو عملی جامہ پہنایا اور انسانوں کو زندگی بخشی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشا تھی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ (44)

"اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلائے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے"

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ (45)

"عقلمندو! قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے"

ختم نبوت کا یہ تقاضا ہے کہ ان احکامات کے عملی اجرا اور نفاذ سے معاشرے کی اصلاح کی جائے جیسا کہ آپ ﷺ نے اس دین کے ذریعے ملت عوجا کو درست کیا، ان کے اندھے پن کو دور کیا اور بہرے پن کا علاج کیا جیسا کہ عبد اللہ بن عمرؓو نے فرمایا:

ولن يَقْبضَه حتى يقيمَ به المِلَّةَ العَوْجاءَ، بأن يقولوا: لا إله إلا الله، فيفتحَ بها أعينا عُمْياً، وآذانا صُماً، وقلوباً غُلْفاً (46)

"اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو دنیا سے اس وقت تک نہیں اٹھائیں گے جب تک آپ ﷺ کے ذریعے اس ٹھڑے دین کو درست نہ کر دے، یعنی لا الہ الا اللہ پڑھ نہ لیں، جس کے ذریعے ان کے اندھی آنکھیں، بہرے کان اور دلوں پر پڑے پردے کھل جائیں گے"

کسی اور دین کے تعلیمات میں یہ صلاحیت نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف مسلمانوں کے فیصلے ان تعلیمات کے عملی احیاء سے کیے ہیں بلکہ غیر مسلموں اور یہودیوں کے بھی فیصلے ان الہامی نازل کردہ تعلیمات سے کر کے انسانی زندگی کا احیاء کیا اور حقوق انسانی کو تحفظ دیا ہے۔

لہٰذا آج انہی تعلیمات کے احیاء سے ختم نبوت کی احیاء وابستہ ہے۔ آج کل انسانی بہرے اور اندھے پن کا علاج صرف انہی تعلیمات سے کیا جاسکتا ہے، جن کو آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ لے کر آئے ہیں، جو محفوظ اور قابل عمل، سائنسی اور فطری بھی ہیں۔ اوران ہی تعلیمات کے نفاذ سے معاشرے کی خیر اور بھلائی وابستہ ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِقَامَةُ حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ، خَيْرٌ مِنْ مَطَرِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً فِي بِلَادِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ [47]

"اللہ تعالی کی حدود میں سے ایک حد کو اللہ کی بستیوں میں نافذ کرنے کا فائدہ چالیس دن رات کی بارش سے زیادہ ہے"

پیر محمد کرم شاہ صاحب اطاعت رسول ﷺ کے حکم الٰہی کی تعمیل کی صورت گری کے بارے میں لکھتے ہیں:

" جن آیات قرآنی میں اطاعت واتباع کی بار بار جو تاکید کی گئی ہے ان پر عمل فقط اس صورت ممکن ہے کہ آپ ایسا کریں جیسے وہ رسول کرتا ہے۔۔۔جو اصول اس نے سکھائے ہیں بلا چون و چرا ان پر عمل پیرا رہیں، لین دین، نکاح و طلاق، اخلاق و معاشرت کے جو ضوابط اس نے مقرر فرمائے ہیں ان پر بطیب خاطر کاربند رہیں اگر آپ ایسا کریں تو واقعی آپ نے اس کی متابعت کی اور اپنے رب کا حکم مانا، لیکن اگر آپ ایسا نہیں کرتے بلکہ اپنی فہم و دانست کے مطابق تعلیمات اسلامی کو نت نئی شکلوں میں پیش کرکے اپنے شوق تجدد پسندی کی تسکین کا سامان مہیا کرتے ہیں تو یہ بلاشبہ اتباع ہوس و اطاعت نفس تو ہوگی لیکن آپ اسے کسی تاویل کی قوت سے بھی اطاعت رسول اور اتباع سنت نہیں کہہ سکتے"[48]

خلیفہ اول صدیق اکبرؓ سے بڑھ کر کس کا قول و عمل قابل توجہ اور سند ہو سکتا ہے جس نے نبوت کو دیکھ کر اس سے قوانین عمل کشیدہ کیے، فرماتے ہیں:

"أيها الناس إنما وليت أمركم ولست بخيركم ، أيها الناس إنما أنا متبع ولست بمبتدع فان أنا أحسنت فاعينوني و إن زغت فقوموني "[49]

"لوگو! مجھے تمہاری امارت سونپی گئی اور میں اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہیں سمجھتا، اے لوگو! میں قرآن و سنت کا متبع ہوں اور اپنی طرف سے خلاف قرآن و سنت کوئی قانون نافذ کرنے والا نہیں ہوں، پس اگر میں حسن وخوبی سے اتباع قرآن و سنت کرتا رہوں تو میری امداد کرنا، اگر مجھ میں ذرا سا میل اور کجی پاؤ تو مجھے درست کردو"

ایسے ہی قابل تقلید اعمال ختم نبوت کے ضامن ہیں بلکہ ریاستوں میں امن و سلامتی بھی ایسے ہی قوانین کے نافذ العمل ہونے سے ممکن بنائی جاسکتی ہے۔ رسالت محمدی اور شریعت محمدیہ {علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام} سے کوئی بہتر

شریعت نہیں لائی جاسکتی۔ لہٰذا اس کی حفاظت و نفاذ ہی سے ختم نبوت کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے ہی ناگفتہ بہ وقت میں اس کو نافذ کرکے عمر بن عبد العزیزؒ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

يا أيها الناس ان الله لم يبعث بعد نبيكم نبيا ولم ينزل بعد هذا الكتاب الذي أنزله عليه كتابا فما أحل الله على لسان نبيه فهو حلال إلى يوم القيامة وما حرم على لسان نبيه فهو حرام إلى يوم القيامة ألا وأني لست بقاض ولكني منفذ ولست بمبتدع ولكني متبع ولست بخير منكم غير أني أثقلكم حملا ألا وأنه ليس لأحد من خلق الله أن يطاع في معصية الله ألا هل أسمعت ؟ (50)

"اے لوگو! اللہ تمہارے نبی کے بعد کوئی اور نبی اور اس پر نازل ہونے والی کتاب کے بعد کوئی اور کتاب نازل نہیں کرے گا، اور اپنی نبی کے زبان سے جو کچھ حلال کیا ہے وہ قیامت حلال اور جو کچھ حرام کیا ہے وہ قیامت تک حرام ہیں۔ خبردار! میں حکم کرنے والا نہیں بلکہ نافذ کرنے والا ہوں اور اپنی طرف سے خلاف قرآن و سنت کوئی کام کرنے والا نہیں ہوں بلکہ قرآن و سنت کا متبع ہوں۔ میں تم سے کسی سے بہتر نہیں ہوں، البتہ میں تم سے زیادہ بوجھ اٹھانے والا ہوں۔ آگاہ رہو! اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اتباع جائز نہیں ہے۔ کیا میں نے تمہیں خبرداری کردیا"

مختصراً یہ کہ اللہ اور اس کے نبی ﷺ کی مخالفت و عصیان سے ختم نبوت کو سہارا نہیں دیا جاسکتا۔ اس کے تحفظ کا واحد راستہ نفاذ شریعت کا راستہ ہے۔ اس کی نفاذ سے لوگوں کو مطمئن اور حکومت کو مستحکم کیا جاسکتا ہے، محض سوال اور التجاؤں سے ان کا تحفظ ممکن نہیں بلکہ عملی نفاذ اور نڈرپن سے اس کو تحفظ دیا جاسکتا ہے۔

3. حقیقی اسلامی ریاستوں کا قیام

ختم نبوت اور حرمت رسول ﷺ کے تحفظ کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ قرآن و سنت پر مبنی ریاستوں کو تخلیق کرنے کی کوشش کی جائے۔ محبت رسول کا تقاضا ہے کہ جو تعلیمات آپ ﷺ دنیا کے مصائب اور محرومیوں کے ازالے کے لیے لے کر آئے ہیں، مسلمان ریاستوں کو ان قوانین کی عملی نفاذ سے تقویت بہم پہنچائی جائے۔ وہ قوانین و احکام جو نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفائے راشدین نے استحکام ریاست مدینہ کے لیے بروئے کار لائے تھے، سے اپنی اسلامی ریاستوں کو عملاً مزین کیا جائے، اور مجرموں کا ازالہ کیا جائے۔ دنیا میں سب سے بڑے مجرم وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسولوں کے لائے ہوئے نظام کو ڈی ریل کرتے ہیں۔ اس پر شب خون مارتے ہیں تاکہ ان کو چوری، ڈاکہ، رہزنی اور لاقانونیت و خودغرضی اور من مانی کے لیے جگہ اور موقع مل جائے۔ اس بنیاد پر وہ دین میں شکوک و شبہات کرتے ہیں تاکہ ان کے لیے مواقع فراہم ہوسکے۔

لہٰذا سب سے بڑے راہزن ختم نبوت کے رہزن ہیں، ان کا راستہ اور راہزنی اس صورت میں کنٹرول کی جا سکتی ہے کہ قرآن وسنت سے آراستہ ریاستیں موجود ہوں اور قوانین کے نفاذ میں کوئی سقم نہ ہو تا کہ کسی کو کوئی اندھیرا نہ مل سکے کہ جہاں وہ چھپ کر اپنی مذموم کارروائی کر سکیں کیونکہ دین اسلام میں اندھیرے کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ، لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا إِلَّا هَالِكٌ (51)

"میں نے تمہیں اسلام کے روشن راستہ پر چھوڑا ہے جس کی رات دن کی طرح روشن ہے، اس سے ہلاک ہونے والا انحراف کرے گا"

اسلام کی مظہر ریاستیں نہ صرف عقیدہ ختم نبوت بلکہ مسلمانوں کی بھی محافظ ہوا کرتی ہیں اور ان کی عزت و وقار بھی بلند کرتے ہیں جیسا حضرت عمرؓ نے فرمایا:

إِنَّكُمْ كُنْتُمْ أَذَلَّ النَّاسِ، وَأَقَلَّ النَّاسِ، وَأَحْقَرَ النَّاسِ، فَأَعَزَّكُمُ اللَّهُ بِالْإِسْلَامِ، فَمَهْمَا تَطْلُبُوا الْعِزَّ بِغَيْرِهِ يُذِلَّكُمُ اللَّهُ (52)

"تم ذلیل، قلیل اور حقیر لوگ تھے، اللہ نے تمہیں اسلام سے عزت بخشی، پس جب بھی اس کے بغیر عزت تلاش کرو گے، اللہ تم کو ذلیل کرے گا"

لہٰذا اسلامی احکامات سے آراستہ ریاستیں، عظیم نعمت الٰہی ہے۔ اس سے غفلت حقیقت میں ختم نبوت سے غفلت ہے۔ ایک آدمی نعمت اسلام کا شکر کرتے ہوئے کہہ رہا تھا الحمد للہ بالاسلام تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إنك لتحمده على نعمة عظيمة (53)

"یقیناً تم ایک عظیم نعمت کی شکر ادا کر رہے ہو"

اسلام اس قدر عظیم نعمت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کو فاقہ نے گھیر لیا تھا تو آپؓ نبی کریم ﷺ کے پاس طلب حاجت کے لیے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے آپؓ کو نعمت اسلام کی عظمت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:

قُلِ: اللَّهُمَّ احْفَظْنِي بِالْإِسْلَامِ قَاعِدًا، وَاحْفَظْنِي بِالْإِسْلَامِ قَائِمًا، وَاحْفَظْنِي بِالْإِسْلَامِ رَاقِدًا (54)

"اے عمرؓ کہو! اے اللہ مجھے بیٹھے ہوئے، کھڑے ہوئے اور سوتے ہوئے اسلام کے ذریعے حفاظت دے"

اسلام ایک جامع نظام حیات ہے اور قابل فخر دین ہے اس سے وابستگی میں کسی خوف و دہشت کا شکار ہونا لائق تسلیم نہیں ہے تب تو حضرت عمرؓ حضرت سلمانؓ سے بڑے فخر سے فرمایا کرتے تھے:

انْتَسِبْ يَا سَلْمَانُ، فَقَالَ: أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ بِالْإِسْلَامِ، فَأَنَا سَلْمَانُ ابْنُ الْإِسْلَامِ، قَالَ عُمَرُ: «قَدْ عَلِمَتْ قُرَيْشٌ أَنَّ الْخَطَّابَ كَانَ أَعَزَّهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَأَنَا عُمَرُ ابْنُ الْإِسْلَامِ أَخُو سَلْمَانَ فِي الْإِسْلَامِ (55)

"سلمان اپنا نسب نامہ بیان کر: وہ فرماتے: اللہ نے مجھ پر اسلام کے ذریعے بڑا فضل کیا، پس میں سلمان بن اسلام ہو، تو حضرت عمرؓ کہنے لگے "کیا قریش سمجھتے ہیں کہ میں جاہلیت میں معزز تھا؟ میں تو عمرؓ بن اسلام اور سلمان کا بھائی ہوں"

لہٰذا اسلام پر عمل پیرا اور اس کے احکام سے مزین ریاستوں کی موجودگی میں ختم نبوت کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا۔ آج مسلم ریاستوں، اور ان کے شہریوں کے حقوق کے تلف ہونے کا خطرہ اس لیے ہے کہ ان ریاستوں میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کے حقوق و احکامات پائمال کیے جا رہے ہیں۔ اسلامی احکامات کی پامالی میں عقیدہ ختم نبوت کو کیسے بچایا جا سکتا ہے؟ حرمت رسول ﷺ کو کیونکر تحفظ دیا جا سکتا ہے؟ جب کہ اس سلسلے میں تعلیمات اسلام مبرہن اور واضح ہیں، لیکن اگر واضح نہیں تو مسلمانوں کا موقف خود واضح نہیں ہے۔ ریاستیں عمل کی دنیا میں دورنگی کا شکار ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ. كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (56)

"اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں، تم جو کرتے نہیں اس کا کہنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے"

4. وحدت امت اور ختم نبوت

عقیدہ ختم نبوت کے لیے جن مہمات کی ضرورت ہے ان میں سے ایک وحدت امت کے لیے جدوجہد ہے۔ جس طرح آج نہ مسلمان محفوظ ہیں، نہ ان کی سرزمین اور نہ سلطنتیں۔ اسی طرح نہ اپنے رسول اور دین کی حفاظت کے قابل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان جو دنیا کی کل آبادی کے تقریباً ایک تہائی نفوس پر مشتمل ہیں، انتشار و افتراق کا شکار ہیں۔ ان کی قوت بے جا ضائع ہوتی ہے، ان کی زمین اور وسائل سے غیر مستفید ہوتے ہیں، ان پر حکمرانی اور ان کے احکامات دین میں دخل اندازی وہ کرتے ہیں۔

لہٰذا ختم نبوت اور دیگر مسائل کے حل اور تحفظ امت کے لیے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ وہ متحد ہوں، ان کی قوت مجتمع ہو، ورنہ جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات ہوتی ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے یوں اشارہ فرمایا ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ(57)

"اور جن لوگوں نے کفر (کا راستہ اختیار) کیا وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ وفساد برپا ہو گا"

اللہ وحدہ لاشریک تمام قوت قاہرہ کا مالک ہے جو لوگ اس پر بھروسہ کرتے ہیں، اس کے لیے ایک ہوتے ہیں، اس کے احکامات پر سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں، اور ایسی طرح اللہ تعالی کے لیے ایک دوسرے کا دست و بازو بن جاتے ہیں وہ ان کا ناصر و مدد گار ہوتا ہے۔ اور مؤمنوں کی صفت یہ ہے کہ وہ دین میں ایک دوسرے کے مدد گار ہوتے ہیں، فرمایا:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ(58)

"اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مدد گار ہیں"

ایسے لوگوں پر اللہ رحم فرماتا ہے اور اپنی قوت قاہرہ سے ان کی مدد کرتا ہے کیونکہ حقیقت میں وہی زبردست قوت کا مالک ہے۔ صرف اللہ کے لیے ایک ہونے اور اس پر یقین کرنے کی دیر ہے، یقینا مومنوں کی مدد وہی فرماتا ہے:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ(59)

"اے مسلمانو! کمزوری نہ دکھاؤ اور غمگین نہ ہو اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب و برتر ہو گے"

وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ(60)

"بے شک اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے"

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ(61)

"اور ہم پر اہل ایمان کی مدد کرنا لازم ہے"

وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا(62)

"اور جنگ (کے معاملے میں) مومنوں کے لئے اللہ کافی ہے، اور اللہ ہے توانا اور غالب"

منتشر و متفرق ہو کر مسلمانوں نے اپنی عزت و وقار کو خاک میں ملا کر نہ صرف اپنے آپ کو بے عزت کیا ہوا ہے، بلکہ اس کی وجہ سے دنیا میں انتشار وفساد بھی برپا ہے اور عدل و انصاف پامال ہو رہا ہے۔

وحدت امت میں ہر طرح کا خیر پنہاں ہے، دنیا کی ترقی اور کامیابی کے ساتھ سیادت و قیادت اور ساتھ ہی آخرت کی نوید بھی۔

موجودہ دور کی ذلت اور خواری سے نکلنے کا راستہ اعتصام بحبل اللہ سے وابستہ ہے۔ اگر اس کی طرف توجہ نہ دی گئی تو عقیدہ ختم نبوت کا بچاؤ تو کیا، خود مسلمانوں کی حفاظت بھی مشکل ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں متوجہ کیا ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ(63)

"اور تم مت ہو ان لوگوں کی طرح جو فرقوں میں بٹ گئے اور وہ اختلاف کرنے لگے اس کے بعد کہ آگئے ان کے پاس رشن دلائل اور وہی لوگ ہیں کہ ان کے لیے بڑا عذاب ہے"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دشمنوں کے مقابلے میں ایک دوسرے کے ساتھ مخلصانہ دوستی اختیار کرو تو دنیا کے مال و منال کے ساتھ عذاب دنیا بھی ختم کروں گا اور دین و دنیا کا امن و چین بھی نصیب کروں گا(64) اور تمام تر کامیابیوں کا راستہ بھی نصیب کردوں گا(65) تم میری ہدایات سے وابستہ ہو کر جدوجہد کرتے رہو گے تو میں تمہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا(66) بلکہ رب تعالیٰ کی اطاعت میں بڑھتی ہوئی قوم پر وہ خصوصی فیضان رحمت رکھتا ہے بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ: لَوْ أَنَّ عِبَادِي أَطَاعُونِي، لَأَسْقَيْتُهُمُ الْمَطَرَ بِاللَّيْلِ، وَأَطْلَعْتُ عَلَيْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ، وَلَمَا أَسْمَعْتُهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ » (67)

"تمہارے رب نے فرمایا ہے: اگر میرے بندوں نے میری اطاعت کی تو میں ان پر رات کو بارش برسا اور دن میں ان کو سورج دے، اور ان کو گرج سنا کر اذیت نہ دے"

مسلمانوں کی خوش بختی ہے کہ ان کے پاس وحدت امت کی وہ مضبوط بنیادیں میسر ہیں جو کسی دوسری قوم اور ملت کو میسر نہیں لیکن شومئ قسمت کہ ان کی طرف مسلمانوں کی توجہ نہیں جو زوال امت اور مصائب امت کی اصل وجہ ہے۔ جس کی طرف اللہ نے ہمیں متوجہ بھی کیا ہے کہ کافر تو ایک ہیں اگر تم ایک نہیں ہوئے تو فساد اور فتنہ برپا رہے گا اور روز روز نئے فتنے جنم لیتے رہیں گے، ان فتنوں میں سے ایک فتنہ نبوت کے دعویداروں اور اس قسم کے دجالوں کا ہے جو متجدد ہو کر آتا رہے گا۔ اس کا علاج احیاء اسلام اور وحدت امت سے ممکن رہے گا۔ جس کے لیے ہمارے پاس عظیم مستحکم بنیادیں موجود ہیں۔ صرف امت کی توجہ کی ضرورت ہے تاکہ ان مساعی کے ذریعے اس کو عالمی قوت میں تبدیل کیا جاسکے۔

5. حقیقی عالمی عدل اجتماعی کا قیام

حرمت رسول اور ختم نبوت جیسے مسلّم عقیدے کا تحفظ صرف اس صورت ممکن ہے کہ مسلم امت عالمی عدل اجتماعی اور مساوات کی طرف توجہ دے جس پر نظام کائنات قائم ہے جیسا کہ یہود مدینہ نے اس کا اقرار کیا تھا:

فَقَالُوا: هَذَا الْحَقُّ، بِهَذَا قَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ (68)

"اور وہ کہنے لگے کہ ہمارے حق میں یہ فیصلہ حق اور عدل پر مبنی ہے، جس پر آسمان و زمین کا نظام قائم ہے"

قیام عدل اجتماعی اس بات کا ضامن ہے کہ اسلامی نظام بھی قائم رہے گا اور عقیدہ ختم نبوت اور حرمت رسول کا تحفظ بھی ہو گا اور مسلمانوں کی شان و شوکت بھی قائم رہے گی اور مسلمانوں اور اسلامی ریاستوں کے حامی بھی کثرت سے ہوں گے۔ اس بات پر تاریخ شاہد ہے کہ جب مسلمانوں نے اپنی رعایا کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لیا تو وہ اپنے ہم مذہبوں کے مقابلے میں ان کے حمایتی رہے ہیں۔

مشہور مصنف گبن لکھتے ہیں:

> اسلام کی تاریخ کے ہر صفحہ میں اور ہر ملک میں جہاں اس کو وسعت حاصل ہوئی وہاں دوسرے مذاہب سے عدم مزاحمت پائی جاتی ہے یہاں تک کہ فلسطین میں ایک عیسائی شاعر نے ان واقعات کو دیکھ کر بارہ سو سال بعد اعلانیہ کہا تھا کہ صرف مسلمان ہی روئے زمین پر ایک ایسی قوم ہیں جو دوسرے مذاہب والوں کو ہر قسم کی آزادی دیتے ہیں (69)۔

یہ عدل و انصاف کا کمال تھا کہ غیر مسلم رعایا مسلمانوں کی توصیف میں رطب اللسان اور اپنے ہم مذہب لیڈروں کے مقابلے میں مسلمانوں کی حمایتی کرتے نظر آتے ہیں۔

جب یروشلم میں ہرقل نے یہودیوں کے ساتھ ظلم و بربریت کا سلوک کیا وہاں پر اپنے ہم مذہب لیکن اپنے مخالف فرقہ کے لوگوں پر جبر و استبداد سے کام لیا تو اس صورت حال میں ایک یعقوبی بطریق نے لکھا:

> "ہرقل نے اپنی مملکت میں اعلان کر رکھا تھا کہ جو عیسائی اس کے مسلک و مشرب سے متعلق نہ ہو اس کے ناک اور کان کاٹ دیئے جائیں اور اس کا گھر بار لوٹ لیا جائے۔ یعقوبی فرقہ کے عیسائیوں کو ہرقل اپنے پاس نہیں آنے دیتا تھا، لہٰذا ان کی کہیں شنوائی نہیں ہوتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ خدائے جبار نے ابن اسمٰعیل کے گھرانے میں ایک ایسی ہستی کو مبعوث کیا جس نے ہمیں ظالم رومیوں کے پنجہ استبداد سے نجات دلائی چونکہ اس علاقہ کو فتح کرنے کے بعد مسلمانوں نے کسی عیسائی سے اس کے مذہب کے معاملے میں تعرض نہیں کیا۔۔۔ ان کے آنے سے ہم ہمیشہ

ہمیشہ کے لیے رومیوں کے مظالم سے نجات پاگئے اور ہمیں عربیوں کے ساتھ امن کی زندگی میسر آئی"[70]۔

اسلام کے عدل و انصاف کے حوالے سے مصری آرمینین عیسائی ابو صالح لکھتا ہے:

"یہ ایک ایسا وقت تھا کہ شہنشاہ (قیصر) قدیم مذہب کے پرستار عیسائیوں پر بے حد ظلم کرتا تھا اور انہیں زبردستی اپنے فرقہ میں داخل کرنا چاہتا تھا، چنانچہ ہرقل اور مقوقس کے ہاتھوں حقیقت پسند عیسائیوں نے بے حد تکلیفیں اٹھائیں۔ جب مظالم انتہا کو پہنچ گئے تو ملت حنیفیہ کی ایک قوم اٹھی جس نے رومیوں کی نخوت و تکبر کو توڑ دیا اور مصر کو فتح کر کے یعقوبی فرقے کے عیسائیوں کو رومیوں کے مظالم سے نجات دلائی"[71]۔

یہ بھی تاریخ کا حصہ ہے اور مسلمانوں کے عدل نوازی کا کرشمہ ہے کہ اپنے ہم مذہبوں کے ظلم سے نجات کے لیے عیسائیوں نے مسلمانوں سے درخواست کی کہ وہ ان کے علاقے پر حملہ کریں تاکہ ہم ان کے ظلم سے نجات پا جائیں، ایسا ہی ایک واقعہ میکائل ہشتم کے زمانے میں پیش آیا کہ وسط ایشیا کے باشندوں نے ترکوں سے درخواست کی کہ وہ ان شہروں پر آکر قبضہ کرلیں تاکہ رعایا کو عیسائیوں کی سلطنت کے ظلم وستم سے نجات ملے چنانچہ اکثر امیر و غریب عیسائی ترک وطن کرکے ترکوں کی سلطنت میں چلے گئے[72]۔

آج دنیا جس جبر و ظلم اور خون آشامی میں گرفتار ہے اگر مسلمان حکمران اور ریاستیں اس کا مداوا کرکے عدل و انصاف فراہم کرسکیں تو بعید نہیں کہ اسلام کا جھنڈا ہر ملک اور سلطنت پر بلند نظر آنے لگے۔ پسی ہوئی قومیں اور لوٹی گئی عصمتیں کب سے اس انتظار میں ہیں۔ ختم نبوت کا معاملہ ہو کہ حرمت رسول یا حقوق انسانی کا مداوا اس کا قوی اور راست علاج عدل و انصاف کی پاسداری میں ہے۔ وہ کونسی ہستی ہوگی یا کونسا نظام ہوگا جس نے انسانی حقوق کو تحفظ دیا ہے یا دے گا سوائے محمد عربی ﷺ اور اس کے لائے ہوئے نظام کے جو محفوظ بھی ہے اور قابل عمل بھی رہا ہے اور رہے گا۔ باقی نظام تو صرف دعویٰ کی حد تک ہیں اور رہیں گے۔ جیسا کہ آج مغربی نظام آزادی کے دعویداروں کا حال ہے۔ عورت آزاد ہے لیکن مسلمان عورت کو آزادی نہیں۔ اس کا اسکارف اور پردہ قابل قبول نہیں۔ مغربی عورت آزاد ہے لیکن اس کے باوجود عصمت تار تار ہے اور احترام پامال ہے۔ ان عصمتوں کا محافظ اور جبر و استبداد کا علاج اسلامی عدل و انصاف میں ہے۔

انسانوں کی نظر و فکر کو کھینچنے والا نظام نظام عدل ہے اور وہ اسلام ہی کا طرہ امتیاز ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ[73]

"اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کرو"

دوسری جگہ فرمایا:

"اے ایمان والو! اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو"[74]

متین طارق باغبتی لکھتے ہیں:

"یہ حضور اکرم ﷺ کا فیض تھا کہ دنیا کے ہر انسان، ہر فرد اور ہر قوم کو آزادی سے سانس لینے کا موقع ملا۔ آپ ﷺ نے جو نظام قائم کیا وہ شخصی بنیاد پر نہیں بلکہ دستوری بنیاد پر تھا۔ اس میں شہنشاہیت کے لیے کوئی گنجائش تھی نہ آمریت کے لیے۔ اس پر نہ خاندان پرستی کا اثر تھا نہ شخصیت پرستی کا بلکہ حاکمیت کے اصل اختیارات خدا کو حاصل تھے۔ خدا کا عطا کردہ قانون مملکت کا قانون تھا جس میں امیر غریب، اپنے پرائے اور کالے گورے سب برابر تھے، مؤمن اللہ کا نائب تھا[75]۔

ہماری تباہی و بربادی اور عزت و ناموس کی پامالی کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ ہے ظلم و استبداد کا رواج، عدل و انصاف کی پامالی، جس سے مسائل اور مصائب جنم لیتے ہیں، محرومیاں پروان چڑھتی ہیں۔ آپ ﷺ نے ٹھیک فرمایا ہے:

"تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اس لیے تباہ ہوئیں کہ وہ لوگ کم تر درجے کے مجرموں کو قانون کے مطابق سزا دیتے تھے اور اونچے درجے والوں کو چھوڑ دیتے تھے، قسم ہے اس ذات کا جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر محمد ﷺ کی بیٹی (فاطمہؓ) بھی چوری کرتی تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا"[76]

چنانچہ اس کے بعد عورت (چور) کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ لہٰذا آج ختم نبوت کا معاملہ ہو کہ حرمت رسول ﷺ کا، یا انسانی حقوق کے تحفظ کا، ان سب کا علاج قیام عدل اجتماعی میں مضمر ہے۔ اس کو رواج دینے کے لیے عملی جدوجہد اور کوشش مسلمانوں کا فریضہ اول ہے تاکہ مسلمانوں کے مسائل میں کمی ہو۔

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے جن امور پر سب سے زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے اور مسلمانوں کی سب سے اہم ذمہ داری ہے، اس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

- اسلامی دنیا ختم نبوت کو متفقہ مسلم بین الاقوامی عقیدہ قرار دے اور اس سلسلے میں تساہل ختم کریں۔
- بطور خاتم النبیین آپ ﷺ کا دنیا بھر کے زبانوں میں عام فہم انداز سے نقلی و عقلی دلائل سے پرچار کیا جائے۔
- دنیا کے دساتیر میں عقیدہ ختم نبوت کو جگہ دلوانے کی فہیم کوشش ریاستوں کی سطح پر کی جائے۔
- حرمت نبوت و سالت کو احترام انسانیت اور امن و سلامتی کی اولین شق قرار دینے کی کوشش کی جائے۔

- ہر سال عقیدہ ختم نبوت کو منانے اور دنیا بھر کے تمام انسانوں میں اس کی تشہیر کی جائے۔
- دنیا کے تمام زبانوں میں عقیدہ ختم نبوت پر ایک ہی معیاری پمپلٹ تیار کر کے شائع کیا جائے۔
- عقیدہ خاتم النبیین ﷺ کے اندر کسی قسم کے شکوک و شبہات پیدا کرنا قانونی جرم قرار دیا جائے۔
- اس ضمن میں ہر قسم جرائم کی تدارک کے لیے خصوصی عدالت ہو جو فوری عملدرآمد کو یقینی بنائے۔
- اس سلسلے میں ہر قسم کے غیر ذمہ دارانہ رویوں کا سختی سے تدارک اور حوصلہ شکنی کی جائے۔

حواشی و حوالہ جات

(1)۔الفراهيدي ، الخليل بن أحمد ، كتاب العين ، تحقيق: مهدى المخزومى وغيره ، دار مكتبة الهلال، س ن ، 241/4

(2)۔معجم الرائد، 559/1

(3)۔ رستمی، علامہ عبد السلام، مسئلہ ختم نبوت قرآن و سنت کی روشنی میں، مرکزی دفتر جمعیہ اشاعت التوحید و السنۃ، پشاور، 1426ھ، ص:11

(4)۔ محمد احمد ترازی، تحفظِ ختم نبوت، اکابرین ملت اور ہماری ذمہ داریاں، خصوصی تحریر، بموقعہ سات ستمبر یوم ختم نبوت

(5)۔الانعام:124

(6)۔ الاحزاب:40

(7)۔ المائدہ:3

(8)۔ الحجر:9

(9)۔ آل عمران:81

(10)۔بخارى، محمد بن إسماعيل ، الجامع الصحيح، باب خَاتِمِ النَّبِيِّينَ صلى الله عليه وسلم (حسب ترقيم فتح الباري) دار الشعب القاهرة، 1987ء، 4/ 216

(11)۔«وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ»صحيح مسلم ،كِتَاب الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةِ،حديث:812، دار الجيل بيروت،3/ 109

(12)۔الاعراف:158

(13)۔«وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِى أُمَّتِى كَذَّابُونَ ثَلاَثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِىٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لاَ نَبِىَّ بَعْدِى » (ابوداؤد،سليمان بن الأشعث السجستانى،السنن ،باب: ذِكْرِ الْفِتَنِ وَدَلاَئِلِهَا ، حدث نمبر:4254 ، دار الكتاب العربي .بيروت)

(14)۔« لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِي لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ » (ترمذی، محمد بن عیسی، السنن ،باب فِي مَنَاقِبِ أَبِي حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، حديث:3686، تحقيق: بشار عواد معروف، دار الغرب الإسلامی، بیروت، 1998ء، 6/ 60)

(15)۔ابن ماجه ، محمد بن يزيد القزوينی ، السنن ،باب فِتْنَةِ الدَّجَالِ، حديث:4077 ، محشی: محمود خلیل، مكتبة أبي المعاطي، 5/ 197

(16)۔ بائبل،(پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور،2007ء)استثناء:18:15

(17)۔ایضاً:18:18تا19؛قرآن مجید میں وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى سے اس کی طرف اشارہ ہے۔

(18)۔عجك،بسَّام داود،دكتور ، الحوار الاسلامی المسيحی ، دار قتيبة،للطباعة والنشروالتوزيع، 1998ء، ص: 350

(19)۔ بائبل،(پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور،2007ء)استثناء: 81: 18-19

(20)۔ دیکھئے: 1۔ هدية الحيارى فی أجوبة اليهود والنصارى،ابن القيم، محمد بن أبی بكر، دار العلم جده السعودية:1996ء ،ص: 120وبعده

2۔ سیرت سرورعالم،(سید)ابوالاعلیٰ مودودی،ادارہ ترجمان القرآن:لاہور۔1999ء۔ص:1/ 679

(21)۔ بائبل دارالکتاب المقدس الشرق الاوسط، سفر التثنية:33 :1تا2

(22)۔استثناء:33:1تا 2

(23)۔استثناء:33:1تا2 (International Bible Society 1820 Jet Stream Drive, USA-2005)

(24)۔ جس کا نام دافید بنجامین کلدانی ہے اور ویٹکن سے اس نے فلسفہ اور لاہوت میں تخصص کیا اور رومی کیتھولک کلدانی فرقے کا پادری بنا اور 1895ء میں ویٹکن کی طرف بلاد فارس کے لئے پادری مقرر ہوا،1900ء میں مزید سٹڈی کے لئے اپنے منصب سے استعفیٰ دے کر،"محمد کتاب مقدس میں" لکھ کر اپنے اسلام کا اعلان کیا اور عبد الاحد داؤد نام رکھا(دیکھئے:الحوار الاسلامی المسیحی،ص:349)۔

(25)۔ عبدالاحد داود(سابق قسیس)، محمد فی الکتاب القدس: فہمی سما،دار الضیاء للنشر والتوزیع، قطر، 1985ء،ص:32۔ان منقولات کو هدية الحيارى فی أجوبة اليهود والنصارى، میں بھی لاحظہ کیا جاسکتا ہے، جس کا حوالہ حاشیہ:۲۰ میں ذکر ہے۔

(26)۔ ابن جریر، امام محمد بن جریر الطبری، تاریخ الطبری، مترجم الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب، اردو بازار لاہور،2004ء،2/ 322؛ محمد کرم شاہ ازہری، ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، کراچی،1418ء،4/530

(27)۔ ابن ہشام،السیرہ النبویہ ، تحقیق : مصطفی السقا و غیرہ ، مطبعہ مصطفی البابی الحلبی ، 1936ء ،ص:3/ 63؛

چیمہ، غلام رسول: پروفیسر، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، علمی کتب خانہ: لاہور۔1992ء۔ص:616،615۔

(28)۔ دیکھئے:(بائبل) غزل الغزلات، باب:5، آیات10تا16۔

(29)۔ سفر التکوین،(کتاب پیدائش)الاصحاح:باب25، آیات14اور اسکے بعد۔(مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے: محمد فی الکتاب المقدس، اور الحوار الاسلامی المسیحی، ص:351)۔

(30)۔ دیکھئے: الحوار الاسلامی المسیحی، ص:351۔

(31)، انجیل برناباس، ، طبع پنجم۔ مترجم آسی ضیائی، اسلامک پبلی کیشنز: لاہور۔ 1987ء، باب44۔ ص:80

(32)۔ مثلاً دیکھئے: هدية الحيارى فی أجوبة اليهود والنصارىٰ، ص:127 وبعده؛ اظهار الحق للشيخ رحة الله الكيرانوى الهندى، تحقیق: عمر الدسوقی، طبعه دولة قطر، س ن، ص2/421-432۔

(33)۔ دلائل النبوة، امام ابونعیم اصفہانی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2006ء، ص:97، 98

(34)۔ بائبل، (پاکستان بائبل سوسائٹی، انار کلی لاہور، 2007ء) انجیل یوحنا:16:14-17، 14:25،26

(35)۔ سورۃ النمل:76

(36)۔ دیکھئے: انجیل یوحنا:30:14، 26:15، 7:16، 12:16 تا14

(37)۔ سورۃ النجم:3-4

(38)۔ الاعراف:157

(39)۔ الحشر:7

(40)۔ آل عمران:31

(41)۔مالك بن أنس، امام، موطأ ،باب النهي عن القول بالقدر ، حدث:١٨٤٢، تحقيق:بشار عواد معروف ،مؤسسة الرسالة ، 1412هـ،70/2

(42)۔ البقرۃ:256

(43)۔ بنی اسرائیل:9

(44)۔ الانفال:24

(45)۔ البقرۃ:179

(46)۔أحمد بن حنبل، إمام، مسند،تحقيق: أحمد محمد شاكر ، دار الحديث – القاهرة ،1995ء ، حدث:6622، 185/ 6

(47)۔ابن ماجة، إمام، محمد بن يزيد القزويني، السنن ،تحقيق: شعيب الأرنؤوط وغيره ، دار الرسالة العالمية ،2009ء ، حدث:2537،3/ 575

(48)۔ سنت خیر الانام، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، 2006ء، ص:45، 46

(49)۔مالک بن انس، امام، مؤطا، تحقيق: محمد مصطفى الأعظمى ،مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان ، أبو ظبى، إمارات،2004ء، 161/1، امتاع الاسماع ،1\ 378

(50)۔الدارمي، عبدالله بن عبدالرحمن ، السنن ، دار الكتاب العربي ، بيروت 1407هـ ،تحقيق : فواز أحمد زمرلي، حدث:433،1 /126

(51)۔ ابن عبد البر، يوسف بن عبد الله ،جامع البيان العلم و فضله، تحقيق: أبى الأشبال ، دار ابن الجوزى، السعودية،1994ء، 1163/2

(52)۔ عبد الله بن المبارك، الزهد والرقائق، باب ما جاء فى الفقر، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمى ،دار الكتب العلمية – بيروت، حديث: 584، 1/ 207

(53)۔الزهد والرقائق، حديث: 911، 1/ 318

(54)۔ ابن حبان ، محمد بن حبان ،صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان ،تحقيق: شعيب الأرنؤوط ، مؤسسه الرساله – بيروت ،1993ء، حديث: 834، 3/ 214

(55)۔أبو عمرو، معمر بن راشد، الجامع، باب الخمر وا لفخر باهل الجاهلية ،تحقيق، حبيب الرحمن الأعظمى ، المكتب الإسلامى بيروت ،1403ھ،ح: 20942، 11 /438

(56)۔الصف:2-3

(57)۔الانفال:73

(58)۔التوبۃ:71

(59)۔آل عمران:139

(60)۔الانفال:19

(61)۔الروم:47

(62)۔الاحزاب:25

(63)۔آل عمران:105

(64)۔دیکھیے،النساء:144-147

(65)۔ایضاًدیکھیے،النساء:175

(66)۔دیکھیے:الحج:78

(67)۔إمام أحمد بن حنبل،مسند،تحقیق:شعیب الأرنؤوط وآخرون،مؤسسۃ الرسالۃ،2001ء،حدث:8708،14/327

(68)۔مسند احمد،حدث:4768،8/387

(69)۔زوال رومۃ الکبریٰ،ص:158؛اسلام اور رواداری،متین طارق،اسلامک پبلی کیشنز لاہور،1997ء،ص:81

(70). Chronique de Micel Le Syrian, II/ 412,13(اسلام اور رواداری،ص:82)،

(71). The Cuches and Monastries of Egypt, P: 30, 31((بحوالہ سابق،ص:83)

(72)۔پرفیکٹ آف اسلام/111،ایضًا/84۔

(73)۔النساء:58

(74)۔المائدۃ:8

(75)۔اسلام اور رواداری،ص:29،93

(76)۔"يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّمَا هَلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ، لَقَطَعْتُ يَدَهَا" {سنن ابن ماجة ، بَابُ الشَّفَاعَةِ فِي الْحُدُودِ ، حدث:2547 ، 3/581}